سیّد احتشام احمد ندوی

"الخطبات الاحمدیہ" پر ایک تنقیدی نظر - ۲

[زیر نظر مقالے کا ابتدائی حصہ "عالمِ اسلام اور عیسائیت" کے پچھلے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ موجودہ قسط کے ساتھ مقالہ مکمل ہو گیا ہے۔ مدیر]

سر سیّد نے سر ولیم میور کے الزامات کے جواب دیے ہیں۔ میں ملخصاً ان مباحث کو ذیل میں پیش کرتا ہوں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ سر سیّد نے کتنی تحقیق، وسعت ظرفی، متانت، [غیر] مناظرانہ انداز اور ٹھوس دلائل سے جواب دیے ہیں جن سے توریت، انجیل اور خود اسلامی علوم پر ان کی نظر کی گہرائی محسوس کی جا سکتی ہے۔ اُن کے ان مباحث میں مجتہدانہ شان ہے اور عالمانہ بصیرت ہے۔ یہ مباحث ہم نے چوتھے خطبہ سے اخذ کیے ہیں جس کا موضوع ہے۔ "اسلام انسان کے لیے رحمت ہے"۔ سر سیّد اس موقع پر رقم طراز ہیں[۸]۔

> گو ہم کیسے ہی سچے دل اور نیک نیت سے ناطرف دارانہ اس مضمون کو لکھیں مگر ہم کو نہایت افسوس ہے کہ جو بات مذہب اسلام کے متعلق ہوتی ہے، اس کو عیسائی مصنّف ہمیشہ بدظنی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور نیکی کو چھوڑ بدی پر عمل کرتے ہیں۔ اس لیے ہم کو توقع نہیں ہوتی کہ جو خاص ہماری رائے اس باب میں ہو وہ اسی بدگمانی اور بدظنی کی نگاہ سے نہ دیکھی جائے۔ اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس موقع پر ہم انہیں راؤں کا بیان کریں جن کو خود بعض عیسائی مصنّفوں نے انسان کے حق میں مذہبِ اسلام کے مفید ہونے کی نسبت لکھی ہیں۔

سر ولیم میور جو ایک نہایت دین دار عیسائی ہیں اور جب تک کہ علانیہ اور نہایت روشن بات نہ ہو اسلام کے حق میں گواہی نہیں دے سکتے، اپنی کتاب "لائف آف محمد" میں ارقام فرماتے ہیں کہ

> "ہم بلاتامّل اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مذہبِ اسلام نے ہمیشہ کے واسطے اکثر توہمات باطلہ کو جن کی تاریکی مدّتوں سے عرب کے ملک جزیرہ نما پر چھا رہی تھی، کالعدم کر دیا۔ اسلام کی صدائے جنگ کے روبرو بت پرستی موقوف ہو گئی اور خدا کی وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور ایک خاص اور ہر ایک جگہ احاطہ کی ہوئی قدرت کا مسئلہ حضرت محمد کے معتقدوں کے دلوں اور جانوں میں ایسا ہی زندہ اصول ہو گیا جیسے کہ خاص

محمد کے دل میں تھا۔ مذہب اسلام میں سب سے پہلی بات جو خاص اسلام کے معنی میں یہ ہے کہ خدا کی مرضی پر توکّل مطلق کرنا چاہیے۔ بلحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں کچھ کم خوبیاں نہیں ہیں۔ چنانچہ مذہب اسلام میں یہ ہدایت ہے کہ سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ محبّت رکھیں۔ یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے غلاموں کے ساتھ نہایت شفقت برتنی چاہیے۔ نشہ کی چیزوں کی مُمانعت ہے۔ مذہب اسلام اِس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اِس میں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا"۔

سرولیم کی اِس تحریر پر میں کچھ حاشیہ لکھنا چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ صدائے جنگ نے بت پرستی کو معدوم نہیں کیا بلکہ اس سچّے مسئلہ وحدانیت کے وعظ نے بت پرستی کو معدوم کیا ہے جس کا اثر قرآن مجید کے نہایت فصیح اور پُراثر فقروں سے لوگوں کے دِلوں پر ہوتا تھا اور نہ صرف عرب سے بت پرستی کو نیست و نابود کیا بلکہ تمام مذہبوں میں جو اس وقت دنیا میں رائج تھے اور وہاں تک وعظوں کی آواز پہونچتی تھی اس خیال کو پیدا کیا کہ بت پرستی نہایت کمینہ خصلت اور ایک سخت گناہ ہے۔ برادرانہ دینی محبت کا برتاؤ آپس میں مسلمانوں کے ایک خدا کے ماننے والے ہونے کی وجہ سے بتایا جو ایک قدرتی رشتہ دینی بھائی ہونے کا ہے، مگر انسانی محبت کا برتاؤ تمام انسانوں سے بلکہ ہر ایک سے جو جگر تر رکھتا ہو برتنے کو فرمایا ہے۔ غلاموں کی نسبت اگر صحیح تسلیم کیا جائے تو اسلام نے غلامی کو بالکل نیست و نابود کر دیا ہے۔ اسیرانِ جنگ کے سوا کوئی غلام نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ جاہلیّت کی رسم کے مطابق مگر قرآن نے "اما منّا بعد و اما فداء" کہہ کر اس کو بھی نابود کر دیا۔ جو لوگ اسیرانِ جنگ کو احساناً چھوڑ دیتے ہیں نہایت اعلیٰ درجہ پاتے ہیں اور جو لوگ لے کر چھوڑتے ہیں وہ اُن سے کمتر گنے جاتے ہیں۔ اس حکم کے پہلے سے جو لوگ غلام رکھتے تھے اِن کی پرورش کا اسی طرح حکم دیا جس طرح کہ وہ خود اپنی جان کی پرورش کرتے ہیں۔

اِن سب باتوں کی نسبت سرولیم میور نے مذکورہ بالا فقرہ میں اشارہ کیا ہے، مگر اتنی بات اور زیادہ کرنی چاہیے تھی کہ مذہبِ اسلام نے قمار بازی کو منع کرنے اور ناشائستہ کلمات کے منہ سے نکالنے کی ممانعت سے، والدین کے ساتھ محبت اور تعظیم سے پیش آنے کی تاکید سے، ایک مناسب انداز سے خیرات دینے کی رغبت دلانے سے، جانوروں کے ساتھ رحم اور مہربانی برتنے کے حکم سے انسانوں کے اخلاق اور اِن کی حسنِ معاشرت میں بہت کچھ ترقی دی ہے۔

مشہور قابل مورّخ گبن اپنی کتاب میں رقم طراز ہے کہ آنحضرت کے مخالف بھی یہ تسلیم کرتے

ہیں کہ اُنہوں نے دعوائے رسالت ایک مفید مسئلہ کی تلقین کے لیے اختیار کیا۔ اُنہوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب سماویہ کی سچائی اور اُن کے پیغمبروں اور معجزوں کو اسلام کی بنیاد قرار دیا۔ عرب کے بُت خدا کے تخت کے اُوپر توڑ دیے۔ انسان کے خون کے کفارہ کو روزہ، نماز اور خیرات سے بدل دیا۔ پہلے عبادت کے طریقوں میں انسانوں کی قربانی بتوں پر ہوتی تھی اب اُنہوں نے عبادت کا سیدھا سادا طریقہ بتایا۔ جزا اور سزا کو ایسی تمثیلوں سے بیان کیا کہ ایک جاہل شخص بھی اس کو سمجھ جائے۔ بھلائی کرنے کی اُنہوں نے ہدایت کی۔ انتقام کی خواہش کو روکا۔ بیوہ عورتوں اور یتیموں پر ظلم سے منع کیا۔ خانگی جھگڑوں میں جو عربوں کی طاقت صرف ہوتی تھی ان سے ان کو ہٹا کر دشمن کے مقابلہ پر آمادہ کیا[9]۔

اب سر سیّد مسٹر گبن کی آراء پر حاشیہ لگاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جزا اور سزا کا بیان آخرت میں آسان نہیں ہے اِس لیے کہ وہاں جو ہے، اس کو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور نہ کسی دل میں اس طرح کا خیال پیدا ہوا۔ پس جزا محبوب چیز اور سزا مُوذی چیز ہی سے تعبیر کی جا سکتی ہے۔ تمثیل ہی کے ذریعہ اظہار ممکن ہے۔ ملکی انتظام کے بارے میں جو کچھ گبن صاحب نے لکھا ہے اس میں سمجھنا چاہیے کہ آنحضرت نے جو اخلاقی و روحانی نیکیاں بتائی ہیں ان کا تعلّق تمدن سے بطور لزوم کے تھا، نہ کہ بطور مقصود بالذات کے۔ اس لیے انسان کی ترقی کے ساتھ اس کا تمدن بھی ترقی کرتا ہے[10]۔

مسٹر جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب مُسمّٰی "اپالوجی فار دی محمد اینڈ قرآن" میں رائے لکھی ہے کہ "

> اس بات کا خیال کرنے کہ جیسا کہ بعضوں نے کیا ہے بہت بڑی غلطی ہے کہ قرآن میں جس عقیدہ کی تلقین کی گئی ہے اُس کی اشاعت صرف بزور شمشیر ہوتی تھی کیوں کہ جن لوگوں کی طبیعتیں تعصّب سے مُبّرا ہیں وہ سب بلاتامل اس بات کو تسلیم کریں گے کہ حضرت محمد کا دین مشرقی دنیا کے لیے ایک حقیقی برکت تھا اور اس وجہ سے خاص کر اُس کو ان خون ریزیوں کی حاجت نہ پڑی ہوگی جن کا استعمال بلا استثناء اور بلا امتیاز کے حضرت موسیٰ نے بُت پرستی کے نیست و نابود کرنے کو کہا تھا۔ پس ایسے اعلیٰ وسیلہ کی نسبت جس کو قدرت نے بنی نوع انسان کے خیالات اور مسائل پر مدت دراز تک اثر ڈالنے کو پیدا کیا ہے گستاخانہ پیش آنا اور جاہلانہ مذمّت کرنا کیسی لغو اور بے ہودہ بات ہے۔ جب ان معاملات پر خواہ اس مذہب کے بانی کے لحاظ سے خواہ اس مذہب کے عجیب و غریب عروج اور ترقی کے لحاظ سے نظر کی جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ مذہب اسلام کے احکام بہت ہی عمدہ اور مفید مقاصد ہیں بلکہ اس اعتقاد کرنے پر بھی مجبور ہوئے ہیں کہ آخر کار مذہب اسلام سے انسان کو فائدہ کثیر پیدا ہوا ہوگا۔

آگے چل کر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہیں کہ جس دور میں یورپ میں جہالت اور وحشت پھیلی ہوئی

تھی علم و ادب نیست و نابود ہو گیا تھا۔ علاوہ اس کے یہ بات تسلیم کرنی چاہیے کہ تمام علوم طبیعات، ہئیت، فلسفہ، ریاضی جو دوسری صدی میں جاری تھے ابتداء میں عرب کے علماء سے حاصل ہوئے تھے، اور خصوصاً اندلس کے مسلمان یورپ کے فلسفہ کے مؤید خیال کیے جاتے ہیں۔ اہل یورپ کو ممنون ہونا چاہیے کہ یونانی حکماء کی بہت سی کتابیں مسلمان عربوں کے ذریعہ یورپ تک پہنچیں اور انہیں کے ذریعہ طب، ریاضی اور دوسرے فنون کی اشاعت ہوئی"[12]۔

تھامس کارلائل اپنی کتاب "لیکچرز آن ہیروز" میں رقمطراز ہیں کہ"[13]

> یہی عرب اور یہی حضرت محمد اور یہی ایک صدی کا زمانہ گویا ایک چنگاری ایک ایسے ملک میں پڑی جو ظلمت میں کسمپرس ایک ریگستان تھا، مگر دیکھو کہ ریگستان کے زور شور سے اڑجانے بارود نے ٹیلے آسمان تک اٹھے ہوئے شعلوں سے دہلی سے غرناطہ تک روشن کر دیا۔

چیمبرز انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ قرآن کے علم اخلاق میں ناانصافی، کذب، غرور، انتقام، غیبت، استہزاء، طمع، اسراف، عیاشی، بے اعتباری، بدگمانی نہایت قابل ملامت بیان کی گئی ہے۔ نیک نیتی، فیاضی، حیا، تحمل، صبر، بُردباری، کفایت شعاری، سچائی، راست بازی، ادب، صلح، سچی محبت، اور سب سے پہلے خدا پر ایمان لانا اور اس کی مرضی پر توکل کرنا ایمان داری کا رکن، اور سچے مسلمان کی نشانی خیال کی گئی ہے"[14]۔

سرسیّد نے نہایت نفسیاتی انداز سے اسلام کی مدافعت کی ہے اُنہوں نے خود یورپی عیسائیوں کی زبان سے اسلام کی تصویر کشی اعلیٰ معیار سے کی ہے۔ پھر آخر میں وہ اصل مطلب پر پہنچے ہیں کہ اتنے بلند آئیڈیل اور اسلام جیسے اعلیٰ صفات مذہب پر سرولیم میور معترض ہوتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے سرولیم میور کے تین اعتراض چوتھے خطبہ کے آخر میں ذکر کیے ہیں اور ان کے جوابات نہایت ہی عالمانہ اور مسکت دیے ہیں۔ میں مختصراً ان کا ذکر کرتا ہوں اور اسی پر مقالہ کو مکمل کر دوں گا، اس لیے سرسیّد کے علم کلام کا نہایت عمدہ نمونہ اس مقالہ میں نمونتہً پیش کیا گیا ہے۔ اب آخر میں تینوں اعتراضات نقل کیے جاتے ہیں:

سرولیم میور اپنی کتاب "لائف آف محمد" میں فرماتے ہیں کہ اگر چھوٹی چھوٹی باتوں سے قطع نظر کر لیا جائے تب بھی اسلام سے تین بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوئی ہیں:

۱۔ اوّل یہ کہ اسلام نے ایک سے زیادہ شادیوں کو رواج دیا پھر طلاق کی اجازت دی۔ اسی طرح غلام بنا لینے کو اُس نے مستحکم کیا اور غلامی کو رائج کیا اس طرح زندگی کو ناپاک کیا اور علم اخلاق کی بیخ کنی کی ہے۔

۲۔ مذہب اسلام نے مذہبی آزادی ختم کر دی اور مذہب کو بدلنے کا اختیار سلب کر لیا۔

۳۔ اسلام نے عیسائی مذہب کی اشاعت میں مزاحمت کی اور اس کی ترقی میں ایک روک بن گیا۔

دراصل پہلے اعتراض میں تین اعتراض ہیں یعنی تعددِ ازواج، طلاق اور غلامی گویا پانچ اعتراضات ہیں۔ سرسیّد نے ان اعتراضات پر غور کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ [15]

مگر افسوس یہ ہے کہ جو مخالفت عیسائی مصنّفوں اور مسلمانوں کے طور وطریق دستورات و خیالات میں ہے وہ اس امر کا مانع قوی ہے کہ اس معاملہ میں سنجیدگی اور نیک نیتی اور صفائی قلب سے غور کی جائے۔ مثلاً کثرت ازدواج کے لفظ سے بھی عیسائی مصنّفوں کے دل میں ایسے مکروہ خیالات گزرتے ہیں کہ وہ اس امر پر ہر ایک کی نسبت پہلے ہی سے مصمم ارادہ کر لیتے ہیں کہ اس میں عیب نکالیں اور اس امر پر لحاظ نہیں کرتے کہ ملک کی آب وہوا، مرد وعورت کی تعداد اور مختلف طبعی وجوہات اور معاشرت کے لحاظ سے وہ کس حالت میں اور کس حد تک جائز ہو سکتی ہے۔

سرسیّد نے اس طرف توجہ مبذول کرائی ہے کہ سب سے بڑی غلطی تو یہ ہے کہ غیر مسلم یہ تصوّر رکھتے ہیں کہ چار شادی کرنا اسلام نے لازم کر دیا ہے یا اس کو زیادہ ثواب کا ذریعہ قرار دیا ہے، مگر حق یہ ہے کہ ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اسلام نے اجازت نہیں دی ہے صرف ان لوگوں کو اجازت ہے جن کو طبعی وجوہ سے مجبوری ہے۔ پھر انہوں نے بتایا کہ خالق کائنات نے ذی روح کو دو طرح پیدا کیا۔ جن کے لیے اس کی منشا تھی کہ اس کے ایک ہی مادہ ہو تو اس کو جوڑا جوڑا پیدا کیا جن کے بارے میں اس کی منشاء متعدد مائیں ہونے کی تھی ان کو ایک سے زائد بچّے عطا کیے۔ انسان دوسری قسم میں آتا ہے۔ مگر وہ اشرف المخلوقات ہے لہٰذا وہ اس بارے میں حفظانِ صحت کے اصول اور ملکی آب وہوا اور حسنِ معاشرت کا لحاظ رکھتا ہے اور عموماً ایک شادی پر اکتفا کرتا ہے سوا طبعی ضرورت اور استثنائی حالت کے۔

جہاں تک طلاق کا معاملہ ہے۔ توریت میں وارد ہوا ہے کہ جب خدا کو خیال آیا کہ مرد کو اکیلا رہنا ٹھیک نہیں تو اس کی موانست کے لیے عورت پیدا کی تاکہ اس کے ساتھ خوشی وغم میں شریک ہو اور اس عظیم حکم میں مدد دے کہ بڑھو، پھلو اور زمین کو آباد کرو۔ مگر جب یہ مددگار کسی فطری سبب سے قاصر رہ جائے تب دانشمند خالق اور حکیم نے ایک ہی وقت میں دوسری زوجہ رکھنے اور بعض حالات میں طلاق دینے کی گنجائش بھی رکھی ہے مگر یہ عام اصول نہیں ہے۔ طلاق کا حق مردوں کو ہے مگر عورتوں کو بھی یہ حق عطا ہوا ہے۔ وہ قاضی کے پاس جا کر طلاق لے سکتی ہیں جس کو خلع کہا جاتا ہے۔ اگر اسلام نے طلاق نہ رکھی ہوتی تو معاشرتی زندگی میں نقصان عظیم پہنچنے کا خطرہ تھا۔ طلاق نہ ہونا معاشرتی زندگی میں سمِ قاتل ہے جس سے قبیح و بدترین برائیاں جنم لیتیں۔

پھر سرسیّد نے اس ظلمِ عظیم کو دکھایا ہے جو عصر جاہلی میں عورتوں پر کیا جاتا تھا اور طلاق و نکاح دونوں کا رواج لاتعداد حد تک تھا۔ اسلام نے ان میں اعتدال و توازن پیدا کیا۔ یہود کثرت سے تعدد

ازدواج کرتے ہیں اور اُن کے یہاں کوئی تعیّن نہیں ہے۔ عیسائی مذہب میں کوئی تعین نہیں ہے تعداد کی ممانعت موجود نہیں ہے۔ پس اسلام نے عموماً کثرت ازدواج کی ممانعت کی اور صورتِ ہائے خاص اور حالات مستثنیٰ میں اجازت دی اور ٹھیک یہی مسئلہ اسلام کا ہے۔ اور اسلام نے عدل کی شرط لگا دی ہے اور کہہ دیا کہ تم عدل ہرگز نہیں کر سکتے۔ پھر سرسیّد لکھتے ہیں کہ اوباش اور شہوت پرست آدمیوں کو جن کی زندگی کا عین منشا ٹٹی میں شکار کھیلنا ہے ایک حیلہ ہاتھ آگیا ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں کے موجودہ طرزِ عمل پر سرسیّد نے بھرپور تبصرہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ[16]

> جہاں ذرا دولت ہوئی، دو، تین تین اور چار چار جوروواں کرنے لگے اور ایک بازار کی عورت کو داؤں پر چڑھایا اور نکاح کر مارا۔ جہاں مقدّس مولوی ہوئے۔ اللہ میاں کے سانڈ بنے، اس مریدنی کو لے ڈالا۔ وہاں وعظ کہنے گئے اور سنّت نکاح ثانی کو جاری کیا۔ قرآن پڑھاتے پڑھاتے دوسرا سبق خطبتہ النکاح کا پڑھانے لگے۔ اور ہمارے دوسرے بھائیوں نے ایک حیلہ متعہ کا جو جاہلیّت میں تھا، اسلام میں پیدا کر کے عورتوں کو کھنگالنا شروع کر دیا۔ اِن سب باتوں کا اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ یہ سب ایک قسم کی اوباشی کے ڈھنگ ہیں جن سے اسلام نفرت کرتا ہے اور وہ سب ہوا پرست اوباش ہیں جن سے اسلام کا نام بد ہوتا ہے پس ایسے شخصوں کے افعال پر اسلام کی خوبی و حقیقت سے چشم پوشی کرنا چمگادڑوں کے لیے آفتاب کا سیاہ کرنا ہے۔

اس کے بعد اُنہوں نے طلاق پر بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ[17] "یہودی مذہب میں طلاق دینا بغیر کسی قید و شرط کے مرد کے اختیار میں تھا۔ --- ایسا کرنے سے اس پر کوئی گناہ عائد نہیں ہوتا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس حکم کو منسوخ کیا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ "میں کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جُورو کو سوائے زنا کے کسی سبب سے طلاق دے اور دوسری سے بیاہ کرے، وہ زنا کرتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی عورت سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہے۔ انجیل میں ہی وارد ہوا ہے کہ مرد اور عورت دونوں ایک تن ہو جاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے طلاق کی نفی نکلتی ہے۔ طلاق کی سختی سے حُسن معاشرت میں خلل واقع ہوتا ہے چنانچہ کیتھولک [مذہب] میں تو طلاق موجود نہیں مگر پروٹسٹنٹ میں طلاق کا حکم صرف ہوس آف لارڈس سے زر کثیر صرف کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے اور اس کے لیے ایک نئی عدالت قائم کی گئی۔"

اب اسلام نے طلاق کو بطور علاج ایک مرضِ لاعلاج کے لیے تجویز اور مباح قرار دیا ہے۔ مرد و زن کے معاملہ کو کوئی تیسرا شخص نہیں سلجھا سکتا۔ جب صلح کی صورت نہ رہ جائے تو آخری معاملہ طلاق کا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حلال چیزوں میں وہ ابغض الحلال ہے خُدا کے حضور میں۔ سرسیّد نے

لکھا ہے کہ[18]

مسلمانوں نے اس طریقہ کو نہایت قابل نفرت طریقہ پر استعمال کیا ہے۔ پس ان کے افعال کی نفرین اُنہیں پر ہونی چاہیے نہ کہ مذہب اسلام پر

اسلام میں طلاق معاشرتی زندگی کی تلخیوں کو رفع کرنے کا ذریعہ اور دونوں کے لیے ایک برکت ہے جس سے حسین معاشرت پیدا ہوتی ہے۔ جن قوموں میں طلاق کا نظام نہیں موجود، ان کا حال دیکھنا چاہیے۔

رہ گیا غلامی کا مسئلہ تو اسلام نے غلامی کو مکاتبت کے ذریعہ ختم کر دیا۔ اس نے وہی کھلانے اور پلانے کی ہدایت کی جو خود مالک کھاتا اور پیتا ہے۔ اسلام نے یک قلم غلامی موقوف نہیں کی مگر مکاتبت کا طریقہ ایجاد کیا یعنی مالک سے معاہدہ کر کے اس کو ایک متعین رقم غلام دے دے اور آزاد ہو جائے۔ پھر غلام آزاد کرنے کو اسلام نے ایک نیکی قرار دیا ہے۔ گاڈفری ہگنز صاحب لکھتے ہیں کہ ہم عیسائی حبشیوں کو عیسائی بنانے کی زبردست کوشش کرتے ہیں مگر ان کو آزاد کر کے اپنا بھائی نہیں بناتے۔ مسلمان ان کو آزاد کر کے اپنا بھائی بناتے ہیں جو ہزار وعظ سے بہتر ہے"[19]۔ اسلام نے آیت حرّیت کے ذریعہ آئندہ غلامی کو مسدود کر دیا۔ گذشتہ غلاموں کو آزادی کی تدبیر بتائی۔ نہ عیسائیت نے غلامی کو کم کیا اور نہ یہودیت نے، مگر اسلام نے دو لفظوں سے اس کو مٹا دیا۔ "اما منا بعد و اما فداء" اسیرانِ جنگ پر احسان کر کے یا زر قبول کر کے چھوڑ دو"

یتیمے که ناکرده قرآن درست
کتب خانۂ چند ملّت بشست[20]

سر سیّد فرماتے ہیں کہ اسلامی ریاستوں پر جو غلامی پر عمل ہے، وہ ٹھیٹ اسلام کے خلاف ہے اور قابل مذمت ہے"[21]۔

سر ولیم میور لکھتے ہیں کہ اسلام میں آزادی مذہب کے معاملہ میں بالکل جواز موجود نہیں۔

سر سیّد لکھتے ہیں کہ یہود کی کتب مقدسہ جن پر عیسائی بھی یقین رکھتے ہیں، یہودی ان کو کتب آسمانی تصوّر کرتے ہیں اور وحی جانتے ہیں حالانکہ ان کے مصنّف تک کا پتہ نہیں اور ان میں سب کچھ الحاقی ہے۔ خطاء و نسیان ہے۔ عیسائی مذہب کا یہ حال ہے کہ ان کی کتب مقدّسہ کے لحاظ سے دو فرقے ہو گئے ہیں۔ جو اناجیل کو منزل من اللہ جانتے ہیں۔ دوسرا فرقہ احکام کے حصّہ کو وحی تصوّر کرتا ہے۔ عیسائیوں کو دو بڑے مسائل پر ایمان لانا فرض ہے جن کی وجہ سے ان کے یہاں مذہبی آزادی بالکل نیست و نابود ہو گئی ہے اور ان کی حالت یہود سے بھی بدتر ہو گئی ہے۔ ان میں پہلا مسئلہ توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کا ہے۔ اس عجیب مسئلے میں عقل کو کام میں لانے سے منع کر دیا گیا ہے۔ اس مسئلہ کو تھیوفلس بشپ آف اینٹیوک نے ایجاد کیا۔ آنکھ بند کر کے عقل کو معطّل کر کے

تعصّب سے اس پر یقین کیا جاتا ہے۔

دوسرا مسئلہ فدیہ کا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر چڑھ کر تمام بنی نوع انسان کے پچھلے، حال اور اگلے گناہوں کو اپنی جان کے بدلے معاف کرالیا۔ یہ مسئلہ بھی قدرت اور عقل دونوں کے خلاف ہے جس سے مذہبی آزادی معدوم ہو جاتی ہے۔ اس عقیدہ نے عیسائیت سے قوّتِ عمل چھین لی یعنی انسان کی مغفرت کا انحصار حسنِ عمل پر نہیں صرف اس عقیدہ پر ایمان لانے پر ہے۔ وہ اعمال کا جواب دہ نہیں ہے۔ اس عقیدہ نے بداعمالی کی راہ کھول دی ہے[۲۲]۔

سرسیّد نے لکھا ہے کہ جو الزام سر ولیم میور نے اسلام پر لگایا ہے، وہ ٹھیٹ اسلام کے خلاف ہے۔ مذہب اسلام حدیث پر، قرآن پر، عقائد پر حتیٰ کہ خدا کی ذات پر غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ عقل کو استعمال کرنے سے علم کی ذات سے اسلام میں ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ اسلام اجتہاد کے دروازے کھولتا ہے۔ ہر شخص کو آزادی ہے کہ وہ تحقیق کر کے احادیث کی نسبت اپنی رائے پیش کرے۔ سرسیّد نے تین صفحات پر مشتمل ایسی آیتیں قرآن سے پیش کی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے عقل کو استعمال کرنے اور غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے۔ خدا کی آیتوں پر اندھے اعتقاد سے باز رکھا ہے۔ عقل کو پورا پورا موقع دیا ہے اس سے بڑھ کر اور مذہبی آزادی کیا ہوگی۔ ایمان کی تعریف یہ ہے کہ دل سے تصدیق کی جائے مگر جو عقیدہ اندھا ہوگا، دل اس سے انکار کرے گا۔ اسلام کی تعلیمات کے باعث کافر مسلم حکومت میں نہایت آزادی سے زندہ رہے، مگر عیسائیوں نے روس میں، پیرو میں، صقلیہ اور میکسیکو میں لاکھوں انسانوں کو قتل کر دیا، غلام بنا لیا، مگر مشرقی یورپ میں عیسائی باشندے عثمانی حکومت میں امن کے ساتھ صدیوں سے باعزّت زندگی گزارتے رہے۔ مسلمانوں نے یونان، ایران اور ہندوستان میں مذہب کی بنیاد پر کسی کو قتل نہیں کیا جیسا کہ عیسائیوں نے کیا۔ عیسائیوں نے دوسو برس تک مسلمانوں پر حملے کیے، کئی لاکھ آدمی ان میں ہلاک ہوئے۔ لوتھر کے پیروؤں اور رومن کیتھولک والوں نے دریائے رائن سے لے کر شمال تک بے شمار لوگوں کا قتل کیا مذہب کی بنیاد پر۔ عیسائیوں نے مذہبی عدالت بنائی اور اس نے ایک کروڑ بیس لاکھ انسانوں کو صلیب پر چڑھا دیا مذہبی تنگ نظری کے باعث۔ (جن میں بہت سے سائنٹسٹ تھے)[۲۳]

اسلام نے دوسرے مذاہب کو پوری آزادی دی ہے۔ اگر اُن سے جزیہ لیا تو وہ معمولی ہے مگر مسلمان سے زکوٰۃ لی جاتی ہے جو آمدنی کا ڈھائی فی صد ہے۔

اس کے بعد سرسیّد نے عیسائیت اور یہودیت پر اسلام کے احسانات گنائے ہیں کہ اسلام نے بڑے بڑے پیغمبروں کی ذات کو ان جنسی الزامات سے بری قرار دیا ہے جن کا اتہام ان پر یہودیوں نے عائد کیا تھا اور ان کو معصوم قرار دیا۔ اُسی طرح جب قرآن نے اعلان کیا کہ عیسائیوں نے پادریوں کو خدا بنا رکھا ہے تب اس سچّے مسئلہ نے اُن کے دل پر اثر کیا اور جیسے قرآن نے ہدایت کی تھی وہ سمجھے کہ ہر

شخص فی الواقع آپ اپنا پوپ اور اپنا پادری ہے۔ وہ چلاّ اٹھے کہ پالیا، پالیا اور اسی وقت سے پوپ کی غلامی سے آزاد ہوئے اور اس ذلیل حالت سے جس میں وہ خود اور ان کے مذہب والے مبتلا تھے، نکل آئے اور صاف صاف اس کے خلاف وعظ کرنے کھڑے ہو گئے۔ جس کی بدولت ہم لاکھوں عیسائیوں کو پروٹسٹنٹ مذہب میں دیکھتے ہیں جو کہ در حقیقت لوتھر مقدّس نے مذہبِ اسلام سے یہ ہدایت حاصل کی تھی ورنہ سارے عیسائی رومن کیتھولک کی طرح بُت پرست ہوتے اور حضرت مسیح کی مجسم صورت لٹکی ہوئی کے آگے سجدہ کرتے۔ پس عیسائی مذہب پر یہ کتنا بڑا احسان اسلام کا ہے[۲۴]۔

سر سیّد نے خطبات احمدیہ میں جس حکیمانہ انداز سے ٹھیٹ اسلام کی ترجمانی کی ہے۔ اس کی بنا پر دور جدید میں ان کو علم کلام کا بانی و موٴسس کہنا سزاوار ہے۔ اب میں اس طویل مقالے کو سر سیّد کے اس اقتباس پر مکمل کرتا ہوں[۲۵]۔

> پس یہ سچا مذہب اور وہ شخص جس کی معرفت ہم کو اس کی تعلیم ہوئی، ہمارے لیے بے انتہا ادب اور نامحدود ثناء و منقبت کا مستحق ہے اور بلاشبہ اسی خطاب کے لائق ہے کہ انت احب الی یا رسول اللہ من نفسی التی بین جنبتی (اے رسول اللہ ﷺ آپ مجھے اپنے نفس سے زیادہ محبوب ہیں جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے) چنانچہ ہم کو بہت بڑی خوشی اور مبارکی اس بات کی ہے کہ ہم نے اس کو خدا نہ سمجھا اور نہ خدا کا بیٹا۔ نہ کوئی فرشتہ بلکہ ایک وحی بھیجا ہوا انسان جانا مگر اپنی جانوں سے عزیز تر جانا، بابی انت وامی یارسول اللہ ﷺ

دل و جانم فدایت یارسول اللہ
سرمن خاک پایت یارسول اللہ

بقول علامہ اقبال

بہ مصطفٰی برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی، تمام بولہبی است

حواشی

۱۔ سیّد احمد خان، الخطبات الاحمدیہ، کراچی: نفیس اکیڈمی (مارچ ۱۹۶۴ء)، ص ۱۴

[محترم مقالہ نگار نے سیّد احمد خان کے خط کا اقتباس مولوی محمد اسماعیل پانی پتی کے "مقدمہ" سے نقل کیا ہے جو "الخطبات الاحمدیہ فی العرب والسیرۃ المحمدیہ" (کراچی: نفیس اکیڈمی ۱۹۶۴ء) کے ساتھ شائع ہوا۔ خط کا متعلقہ اقتباس یہ ہے۔

ولیم میور صاحب نے جو کتاب آں حضرت کے حال میں لکھی ہے، اس کو میں دیکھ رہا ہوں۔ اس نے

دل کو جلا دیا اور اس کی ناانصافیاں اور تعصّبات دیکھ کر دل کباب ہو گیا۔ اور مصمّم ارادہ کیا کہ اس حضرت ﷺ کے سیرَ میں جیسا کہ پہلے سے ارادہ تھا، کتاب لکھ دی جاوے۔ اگر تمام روپیہ خرچ ہو جاوے اور میں فقیر بھیک مانگنے کے لائق ہو جاؤں تو بلا سے۔ قیامت میں یہ تو کہہ کر پکارا جاوے گا کہ "اس فقیر مسکین احمد کو جو اپنے دادا محمد ﷺ کے نام پر فقیر ہو کر مر گیا، حاضر کرو"۔ مارا (ایں) تمغہ شاہنشاہی بس است۔ (سیّد احمد خان، مکتوبات سر سیّد، مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۶ء، جلد اوّل، ص ۴۳۱) ادارہ]

۲۔ بئر کے معنی کنواں ہے اور شبع فلسطین میں ایک جگہ ہے۔ سر سیّد نے ہمزہ کی جگہ ی لکھا ہے اُردو کے مزاج کا لحاظ کر کے۔

۳۔ سیّد احمد خان، الخطبات الاحمدیہ فی العرب والسیرۃ المحمدیہ، حوالہ مذکورہ، ص ۹۸

۴۔ ایضاً، ص ۱۰۳ - ۱۰۴

۵۔ ایضاً، ص ۸۹ - ۹۲

۶۔ ایضاً، ص ۱۱۰

۷۔ ایضاً، ص ۹۳، سر سیّد کی بحثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دوبار مکّہ گئے۔ پہلی بار مکّہ گئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں۔ دوبارہ گئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عرب قبیلہ سے شادی کر لی تھی جس کو اُنھوں نے پسند فرمایا اور کعبہ تعمیر کیا۔

۸۔ سر سیّد احمد خان، الخطبات الاحمدیہ، حوالہ مذکورہ، ص ۱۸۱ - ۱۸۲

۹۔ سر ولیم میور کے بیان پر سر سیّد کی تعلیق ہے۔ ص ۱۸۳

۱۰۔ سیّد احمد خان، الخطبات الاحمدیہ، حوالہ مذکورہ، ص ۱۸۴

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۸۵

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۸۶ - ۱۸۷ (الفاظ میں کچھ ردوبدّل ہو گیا ہے)

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۸۹

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۸۷

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۹۰ - ۱۹۱

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۹۸

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۹۹

۱۸۔ ایضاً، ص ۲۰۷

۱۹۔ ایضاً، ص ۲۱۰

۲۰۔ ایضاً، ص ۲۱۴، الخطبات الاحمدیہ میں لفظ ٹھیٹ نہایت پُر معنی انداز میں اسلام کے لیے استعمال ہوا ہے۔

۲۱۔ ایضاً، ص ۲۱۵

۲۲۔ ایضاً، ص ۲۱۷

۲۳۔ ایضاً، ص ۲۳۵ - ۲۳۸

۲۴۔ ایضاً، ص ۲۳۸

۲۵۔ ایضاً، ص ۲۴۳